ایوانِ پُرشکوہ نہ جاہ و حشم سے ہے

راغب مرادآبادی

۱

ایوانِ پُرشکوہ نہ جاہ و حشم سے ہے   خُدّامِ بارگاہ، نہ طبل و علم سے ہے
شانِ سخی، نہ شوکتِ دارا و جم سے ہے   انسانیت کی شان زمانے میں ہم سے ہے
قربانِ اسوۂ شہ بدر و حنین ہیں
ہم آشنائے عظمتِ خونِ حسینؑ ہیں

۲

ہم زیب و زینتِ چمنِ روزگار ہیں   اس خاک پر تجلی حسن بہار ہیں
غنچوں کی آب رو ہیں گلوں کا نکھار ہیں   ان راستوں میں ہم شجر سایہ دار ہیں
بیم اجل ہے اور نہ خوفِ خزاں ہمیں
بخشی گئی بہارِ غم جاوداں ہمیں

۳

اک درس زندگی ہیں ہمارے تصورات   ہم واقفِ صفات ہیں ہم آشنائے ذات
مدت سے تیرگی میں تھی گم بزم کائنات   شمعیں جلائیں ہم نے سرِ جادۂ حیات
تا حشر جو کسی سے بجھائی نہ جائیں گی
منزل کی راہ اہلِ نظر کو دکھائیں گی

۴

کی ہم نے راہِ مصلحتِ وقت ناپسند	آئینِ حق رسی کو کیا ہم نے سربلند
نوعِ بشر کے ہم ہیں بہی خواہ و دردمند	بے چین ازل سے ہیں صفتِ دانۂ سپند
انسانیت کا درد ہے کیا جانتے ہیں ہم
ہر رُخ ، غمِ حیات کا پہچانتے ہیں ہم

۵

طوفاں میں راستی کے سفینے رواں کیے	اسرارِ حق ضمیر جہاں پر عیاں کیے
سینوں میں تھے جو راز وہ ہم نے عیاں کیے	دو دن بھی عمر کے نہ کبھی رائیگاں کیے
عرفانِ زندگی کے پیامی ہمیں تو ہیں
دینِ مبیں کے ناصر و حامی ہمیں تو ہیں

۶

پھر بڑھ چلی تھی حسرتِ دنیا کی تیرگی	پھر ماند ہو چلی تھی صداقت کی روشنی
پھر اوج پر تھا ولولۂ جبر و سرکشی	دنیا تھی اور پھر وہی خوئے ستم گری
پھر صرفِ انتشار جہاں کا نظام تھا
بدخلقیوں کا رنگ زمانے میں عام تھا

۷

پھر گمرہی پہ نوعِ بشر کو تھا فخر و ناز	پھر حاصلِ حیات تھے ، رقص و سرود و ساز
ناحق پر التفات ، حقیقت سے احتراز	پھر دھوم تھی کہ آؤ درِ مے کدہ ہے باز
پھر تیز ہو چلی تھی ہوا روزگار کی
چادر جمالِ دیں پہ تھی گرد و غبار کی

۸

حق آشنا نگاہ میں باطل کی تھے حقیر	دل دادگانِ دیں کا نہ تھا کوئی دستگیر
انسان ہو رہا تھا جہالت میں پھر اسیر	اک سطح پر تھے صاحبِ انصاف اور شریر
تھا سلسلہ طویل غمِ روزگار کا
کس کو یقیں تھا ربِ علیٰ کے وقار کا

۹

حسنِ رُخِ بہار پہ تھا پردۂ خزاں　　بڑھنے لگیں تھیں صحنِ چمن میں اداسیاں
پھولوں میں وہ سرور نہ غنچوں کا وہ سماں　　حیرت سے دیکھتا تھا اسے پیرِ آسماں
وہ زندگی تھی اور نہ وہ شادمانیاں
وہ ولولے تھے اور نہ ان کی جوانیاں

۱۰

باقی رہا نہ تھا حق و باطل میں امتیاز　　ہر سطح بیں نگاہ کو تھا معصیت پہ ناز
نظروں میں اہلِ شر کی کھٹکتے تھے پاک باز　　تھے صرف دیں فروش ہی ممتاز و سرفراز
ایک ایک تیرہ دل کی تھی ہمت بڑھی ہوئی
کید و ریا و شر کی تھی ندی چڑھی ہوئی

۱۱

مقصودِ زندگی طلبِ عز و جاہ تھی　　سامانِ عیش و رقصِ طرب پر نگاہ تھی
احساسِ بندگی تھا نہ ہونٹوں پہ آہ تھی　　خدام بارگاہ تھے اور بارگاہ تھی
دل میں تڑپ، نہ روح میں سوز و گداز تھا
دنیا پہ فخر، دولتِ دنیا پہ ناز تھا

۱۲

انساں تھا اور نخوت و پندار و خودسری　　پھیلی ہوئی تھی شہرِ محبت میں ابتری
پامالِ جور تھی روشِ بندہ پروری　　جنسِ خلوصِ دل کا نہ تھا کوئی مشتری
دیکھو جسے، وہ صرف رہِ حرص و آز تھا
تھا بابِ امن بند، درِ فتنہ باز تھا

۱۳

پابندیٔ امورِ شریعت سے تھا گریز　　انسانیت کے لطف و محبت سے تھا گریز
باطل پرستیوں میں حقیقت سے تھا گریز　　تھا ربطِ خاص جہل سے، حکمت سے تھا گریز
نقشِ جمیلِ عظمتِ حق، دل نشیں نہ تھا
دل محرمِ صداقتِ دینِ مبیں نہ تھا

۱۴

عامی تھا ایک ، علم کی عظمت کا مدعی تھا ڈھیر خاروخس کا ، لطافت کا مدعی
اک بے خبر تھا حفظِ شریعت کا مدعی اسلام کا حریف ، خلافت کا مدعی
بجھنے کو تھا چراغ رسالتؐ پناہ کا
یہ منتظر تھا شاہ کی صرف اک نگاہ کا

۱۵

کچھ ناشناس ، تابعِ حکم یزید تھے باطل پرستیوں میں نہایت شدید تھے
حیرت ہو کس لئے کہ یہ سب زر خرید تھے یہ اہلِ جور تشنۂ خونِ شہید تھے
تھی عاقبت کی فکر نہ روزِ شمار کی
فردوس تھی نظر میں فضا روزگار کی

۱۶

دینِ مبیں کی شمع بجھا دیں، یہی تھی دھن ہر سانس ان کے سر میں یہی تھی ادھیڑ بن
ناداں ستونِ دیں کے بنے جا رہے تھے گھن اعضائے علم و فکر و یقیں ہو گئے تھے سن
چیں بر جبیں تھے حق و صداقت کے نام سے
مخمور تھے یہ بادۂ عشرت کے جام سے

۱۷

نظریں تھیں دشمنوں کی ریاضِ رسولؐ پر عظمت سے تھے یہ آلِ محمدؐ کی بے خبر
ارشادِ شاہِ دیں کا دلوں پر نہ تھا اثر نامحرمِ مقامِ امامت تھے فتنہ گر
ان کی زبان پر تو محمدؐ کا نام تھا
لیکن شرابِ دیں سے تہی ان کا جام تھا

۱۸

ممکن نہ تھا کہ سرورِ دیں دیکھتے یہ حال اصلاحِ حال کا انہیں ہوتا نہ کچھ خیال
گو سامنے تھے غور طلب اور بھی سوال لیکن گزر چکی تھی حدِ ممکن و محال
بھولا نہیں ہے جس کو جہانِ بلند و پست
باطل نے کھائی شاہ سے وہ سرمدی شکست

۱۹

پہنچا لبِ فرات شہِؑ دیں کا کارواں
قسمت نے کربلا کو دیا سوزِ جاوداں
ہر چند دشمنوں کا ہر اک عزم تھا عیاں
دل میں کسی کے خوف نہ ہونٹوں پہ تھی فغاں
بچے بھی کاروانِ حسینی کے شیر تھے
بوڑھے بھی وہ وہ مانِ علیؑ کے دلیر تھے

۲۰

احساں کیا یہ آلِ محمدؐ کی ذات پر
پہرا بٹھا دیا تھا شقی نے فرات پر
چھایا ہوا تھا ابرِ ستم کائنات پر
نظریں تھی اب حسینؑ کی شمعِ حیات پر
تھی شامِ کربلا کہ قیامت کا روز تھا
منظر یہ دل شکن ہی نہیں روح سوز تھا

۲۱

تھی گرچہ رن میں کثرتِ اعدائے بدخصال
ظاہر نہ تھا مگر رخِ شبیرؑ سے ملال
قائم ہو عدل، دین ہو محکم، یہ تھا خیال
آغاز کچھ ہو، پیش نظر تھا یہاں مآل
اس پر نگاہ تھی شہِ عالی مقام کی
پہنچے گا کون فکرِ رسا کو امام کی

۲۲

قاسمؑ گئے، شبیہِ پیمبر ہوئے نثار
عباسؑ سے جری و دلاور ہوئے نثار
چھوٹی سی عمر میں علی اصغرؑ ہوئے نثار
اربابِ حق مشیتِ حق پر ہوئے نثار
ہر سانس امتحاں تھا نیا امتحان پر
حمدِ خدا تھی سرورِ دیں کی زبان پر

۲۳

کہتے ہیں صاف، سرورِ دیں پر فدا ہیں ہم
سن لو کہ بندۂ نجف و کربلا ہیں ہم
عظمت شناسِ منزلِ صبر و رضا ہیں ہم
باطل بتا رہا ہے کہ حق آشنا ہیں ہم
قرباں ہزار جان شہِ مشرقین پر
کہتے ہیں صاف صاف فدا ہیں حسینؑ پر

۲۴

گرتے ہوؤں کو تو نے سنبھالا ترے نثار   باطل کو حق کے سانچوں میں ڈھالا ترے نثار
تاریکیوں کا تو ہے اجالا، ترے نثار   تیرے نثار اے شہِ والا ترے نثار
انسانیت پہ ہے کرمِ مستقل ترا
سینے میں زندگی کے دھڑکتا ہے دل ترا

۲۵

تجھ پر نثار ملتِ بیضا کے غم گسار   تجھ پر نثار، گلشنِ اسلام کی بہار
تجھ پر نثار، محرمِ آئین کردگار   تجھ پر نثار وارثِ قرآن و ذوالفقار
روشن جہاں میں، تجھ سے محمدؐ کا نام ہے
تیری نگاہ رازِ بقائے دوام ہے

۲۶

ہم مے کشوں کی جرأتِ رندانہ تجھ سے ہے   یہ آبروئے لغزشِ مستانہ تجھ سے ہے
رقصِ بہار و گردشِ پیمانہ تجھ سے ہے   المختصر یہ عظمتِ مے خانہ تجھ سے ہے
افشائے رازِ حق پہ صنم خانہ کردۂ
احیائے دیں بہ ہمتِ مردانہ کردۂ

۲۷

سردفترِ مکارمِ اخلاقِ مصطفیٰؐ   سرنامۂ صحیفۂ اسرارِ کبریا
سرخیلِ کاروانِ غلامانِ مرتضیٰ   یا سید البریۃ روحی لک الفدا
تیرا پیامِ مشعلِ راہِ حیات ہے
دنیائے آب و گل کی اسی میں نجات ہے

۲۸

اُترا خمارِ رنج و الم سرخوشی بڑھی   ظلمت کا روز ختم ہوا، روشنی بڑھی
ٹوٹا طلسمِ جہلِ بسیط آگہی بڑھی   تیرے ہی دم سے آبروئے زندگی بڑھی
پھر کائنات رشکِ بہشتِ بریں ہوئی
روشن حریمِ ذہن میں شمعِ یقیں ہوئی

۲۹

صدقے تری بساطِ قناعت پہ تخت و تاج — تو نے لیا ہے کشورِ دارین سے خراج
سمجھا ہے صرف اہلِ نظر نے ترا مزاج — تجھ کو نہیں ہے مدح و ستائش کی احتیاج
ممدوحِ سرورِ دو جہان است اے حسینؑ
بالا ز رسمِ لفظ و بیان است اے حسینؑ

۳۰

اے رازِ لا الہ عبادت کی آبرو — انسانیت کا راہبرو رہنما ہے تو
بخشا ہے تو نے گلشنِ ایماں کو رنگ و بو — روحِ روانِ دینِ متیں ہے ترا لہو
تاریخِ روزگار کا نقشِ جلی ہے تو
سبطِ نبیؐ ہے ، وارثِ علمِ علیؑ ہے تو

۳۱

حق کوش، حق نواز، حق آگاہ، حق پرست — اے دیں پناہ ، نغمہ زن بربطِ الست
گونجے ہوئے ہیں تیری صدا سے بلند و پست — دنیا ہے تیرے جامِ ولا سے ہنوز مست
تو نے دلوں پہ رازِ مشیت عیاں کیا
ہر نکتۂ کتابِ حقیقت بیاں کیا

۳۲

جاری ہے جس کا فیض تری بارگاہ ہے — اس میں مبالغہ ہے نہ کچھ اشتباہ ہے
اسرارِ کائنات پہ تیری نگاہ ہے — تو رازدانِ اشہد و ان لا الہ ہے
تفسیر کائنات کا پہلا ورق ہے تو
دانائے امرِ حق ہی نہیں رازِ حق ہے تو

۳۳

تو رازِ کائنات ہے سبطِ شہؐ انام — رازِ سکونِ قلبِ پریشاں ہے تیرا نام
قدموں پہ سجدہ ریز ہے تیرے مہِ تمام — قرباں ہیں تیرے عارض و گیسو پہ صبح و شام
بجھتی ہوئی سی شمع کو تابندگی ملی
ملت کو تیرے دم سے نئی زندگی ملی

۳۴

تو آفتابِ صبحِ سعادت ہے اے حسینؑ　　تو مدعائے قلبِ رسالت ہے اے حسینؑ
تو سرفرازِ دوشِ نبوت ہے اے حسینؑ　　تو دینِ حق کی آخری حجت ہے اے حسینؑ
کونین میں شرف یہ کسی کو ملا نہیں
پھول ایسا اس چمن میں ازل سے کھلا نہیں

۳۵

تیری کوئی نظیر، نہ تیرا کوئی مثیل　　جانِ رسولؐ جن و بشر، نازشِ خلیلؑ
تیرا خرام موجۂ تسنیم و سلسبیل　　ہر نقشِ پا ترا، رہِ عرفاں کا سنگ میل
ذہن و ضمیر و فکر و نظر پر جلا ہوئی
نوعِ بشر صداقت و حق آشنا ہوئی

۳۶

ہیں تیری گردِ راہ مہ و مہر و کہکشاں　　جھکتا ہے تیرے پائے مبارک پر آسماں
تیری نظر ہے کشتیِ ملت کا بادباں　　تیرا نفس ہے نفسِ پیمبرؐ کا ترجماں
حصے میں تیرے آئی نیابت رسولؐ کی
عصمت تجھے ملی ہے علیؑ و بتولؑ کی

۳۷

حسنِ بہارِ جلوۂ امکاں، تجھی سے ہے　　روشن حریم بزمِ دل و جاں تجھی سے ہے
نورِ یقین و جلوۂ ایماں تجھی سے ہے　　سمجھے کوئی تو عظمتِ انساں تجھی سے ہے
قرآن کا نظام تری زندگی سے ہے
انسان کی فلاح تری پیروی سے ہے

۳۸

پنہاں لطافتیں ہیں تری بات بات میں　　ہے درسِ زندگی ترے عزم و ثبات میں
لطفِ محمدیؐ ہے ترے التفات میں　　ممکن نہیں جواب ترا کائنات میں
لختِ دلِ بتولؑ ہے جانِ رسولؐ ہے
اسلام کی اساس ترا ہر اصول ہے

۳۹

تیری نظر ہے جلوہ ایماں لئے ہوئے سرمایۂ نشاطِ دل و جاں لئے ہوئے
سطر جبیں ہے، دفتر عرفاں لئے ہوئے موجِ نفس نجات کا ساماں لئے ہوئے
اب تک یہاں کسی کو یہ دولت ملی نہیں
تیرے سوا کسی کو یہ عزت ملی نہیں

۴۰

باطل کا ابر ایک اشارے میں چھٹ گیا پردہ جو آ گیا تھا نگاہوں پہ ہٹ گیا
طوفاں اُٹھ رہا تھا جو دم بھر میں گھٹ گیا جو قصر بن رہا تھا اچانک الٹ گیا
نورِ چراغِ حسنِ یقیں پھیلنے لگا
بے دینیوں میں جلوۂ دیں پھیلنے لگا

۴۱

روتے ہیں ہم کہ دل ہے ترے غم سے بیقرار کس کو مگر ملا ہے ترا عزمِ استوار
پہچانتے ہیں جن و ملک سب ترا وقار قدموں پہ جھک رہا ہے ترے فرقِ روزگار
ایماں کا راز تیری محبت کا جام ہے
انسانیت پہ لطف ترا اب بھی عام ہے

۴۲

نورِ صباح رافت و رحمت ہے تو حسینؑ ماہِ سپہر مہر و محبت ہے تو حسینؑ
اسلام کا ستارۂ قسمت ہے تو حسینؑ خورشید آسمانِ امامت ہے تو حسینؑ
نازاں ہے دین ختمِ رسلؐ تیری ذات پر
تیری تجلیاں ہیں ابھی کائنات پر

۴۳

نقشِ حیات تو نے ابھارا ہے اے حسینؑ تو نے بساطِ دیں کو سنوارا ہے اے حسینؑ
گرتے ہوؤں کا تو ہی سہارا ہے اے حسینؑ صد شکر تو جہاں میں ہمارا ہے اے حسینؑ
حاصل ہمیں یہی شرف و امتیاز ہے
شبیرؑ تیرے در کی گدائی پہ ناز ہے

۴۴

ظلمت گئی دریچۂ نورِ سحر کھلا دنیا پہ رنگِ عزم شہ بحر و بر کھلا
مظلوم کی فغاں کا دلوں پر اثر کھلا اہلِ جفا نے لاکھ نہ چاہا مگر کھلا
روشن رہے گا نام شہیدانِ کربلا
ہے رشکِ خلد اب بھی خیابانِ کربلا

۴۵

آنکھوں کو آگہی کی لپکتی چمک ملی سلمائے کائنات کے رخ کو دمک ملی
پھولوں کو باغِ فکر ونظر کے مہک ملی شاخوں کو نخلِ علم و ہنر کی لہک ملی
کایا جہانِ رنگ و نوا کی پلٹ گئی
بدلی فضائے دہر سے ظلمت کی چھٹ گئی

۴۶

تو نے ضمیر و ذہن کو بیدار کر دیا راہِ شعور و فہم کو ہموار کر دیا
محرابِ جاں کو مطلعِ انوار کر دیا فکرِ بشر کو محرمِ اسرار کر دیا
روحوں کو سوز و ساز دیا ، ولولہ دیا
کردار کو بلند کیا حوصلہ دیا

۴۷

سکہ دلوں پہ بیٹھ گیا ذوالفقار کا آیا یقین ، عظمتِ پروردگار کا
رخصت ہوا زمانہ ، غمِ انتظار کا آیا پیام ، آمدِ فصلِ بہار کا
اشجار صحنِ گلشنِ دیں جھومنے لگے
شاخوں پہ برگ و بارِ یقیں جھومنے لگے

۴۸

ہر قوم جانتی ہے تجھے اے شہؔ انام ہر قوم کر رہی ہے ترا دل سے احترام
تسلیم ہے جہاں کو تری عظمت دوام ہر سمت چل رہا ہے مودت کا تیری جام
اُٹھ جائیں گے پڑے ہیں جو پردے نگاہ پر
آ کر رہے گی بزمِ جہاں تیری راہ پر